ہی یہاں کے تمام بازاروں اور دوکانوں میں کاروبار بند ہو جاتا۔ کوئی بھی دوکاندار دوکان کے اندر موجود نہیں رہتا تھا اور نہ ہی اس دوران میں وہاں کوئی خریدار پایا جاتا۔ سب کے سب مساجد میں نماز ادا کرنے کے لیے پہنچ جاتے تھے، اور جب نماز ختم ہو جاتی تو وہ اپنے کام پر واپس آ کر بازار کو از سرِ نو ہی رونق بخش دیتے تھے۔

سعودی عرب میں قیام کے دوران ہی میرے ساتھ ایک ایسا واقعہ پیش آیا، جس نے میری زندگی کی سمت بدل ڈالی۔ مجھے یقین ہے کہ اگر یہ واقعہ پیش نہ آتا تو شاید میں آج تک ایمان کی دولت سے محروم ہی رہتا۔

ایک روز میں کچھ سامان خریدنے بازار گیا۔ جب خریداری مکمل کر چکا تو دوکاندار نے اپنے ملازم سے کہا کہ وہ میرا سامان مضبوطی سے باندھ لے، تاکہ اٹھانے میں آسانی رہے۔ میں نے اپنا پرس نکالا اور ریال گننا شروع کر دیے، تاکہ خریدے ہوئے سامان کی قیمت ادا کر دی جائے۔ اسی اثناء میں قریبی مسجد سے اذان کی آواز بلند ہوئی۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر دوکاندار کو قیمت ادا کرنا چاہی؛ لیکن اس نے میری طرف کوئی توجہ نہیں دی اور وہ نہایت تیزی کے ساتھ دوکان سے نکلا اور مسجد کی طرف چل پڑا۔ میں نے پیچھے سے آواز دی کہ میں نے جو سامان خریدا ہے، اس کی قیمت تو لے لو!! اس نے پیچھے مڑ کر دیکھے بغیر مجھے کہا: "نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ مجھے جلد مسجد میں پہنچنا ہے، تاکہ پہلی صف میں جگہ پا سکوں۔ میرے پاس وقت نہیں کہ ٹھہروں اور ریال گننا شروع کر دوں اور نماز میں تاخیر سے پہنچوں۔ اصل تجارت نماز ہے نہ کہ میری دوکان میں فروخت ہونے والا سامان۔ آپ اپنا سامان لے جائیں اور پھر کبھی فرصت ملے تو آ کر قیمت ادا کر دینا۔"

سعودی عرب میں یہ تجربہ میری زندگی میں انقلابی تبدیلی کا موجب بنا اور میں نے اپنا مستقبل اسلام کے ساتھ وابستہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ میں نے سوچا کہ اس جنگ سے فارغ ہو کر جیسے ہی نیو یارک واپس پہنچوں گا تو اسلام قبول کر لوں گا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ اپنے گھر واپس پہنچا تو تمام گھر والوں کے سامنے قبول اسلام کا اعلان کر دیا۔ میں نے اپنے خاندان کو اپنے مشاہدات سے آگاہ کیا۔ انہوں نے کوئی اثر نہیں لیا؛ بلکہ مجھے سمجھانے لگے۔ مگر ان کے دلائل میں کوئی جان نہیں تھی۔ جبکہ میری باتیں سن کر وہ ہر بار لاجواب ہو جاتے تھے۔ الحمد للہ نیو یارک میں موجود اسلامی سنٹر نے قبول اسلام میں میری معاونت کی۔ انہوں نے مجھے اسلام قبول کرنے کی سند بھی دی اور میرا نام "عبداللہ" رکھ کر مجھے اللہ کا سچا بندہ بنا دیا۔ میں تمام بندگان الٰہی سے دست بستہ گزارش کروں گا کہ وہ مجھے اس قسم کی بندگی ودیعت کیے جانے کی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں جو میری اخروی نجات کا یقینی سامان بن جائے۔

[بشکریہ ماہنامہ نظریہ پاکستان جون 2010ء]

سوانح علمائے اہلحدیث بلتستان

مولانا محمد علی بن عبدالرحمٰن کونیسیؒ

1919......2014

عبدالرحیم روزی

نام ونسب: ابوعبداللہ محمد علی بن عبدالرحمٰن بن علی محمد کونیسی المولد غواری المسکن۔اصل گاؤں بلغار گوند تھا، جہاں سے دادا مرحوم کو نوربخشیہ فرقہ والوں نے جمعہ وجماعت پڑھانے اور مذہبی تعلیم لینے کے لیے کونیس لائے اور جائیداد دی۔رشتہ دار اور جائیداد آج بھی بلغار میں موجود ہیں۔

ولادت: آپ کی ولادت خودنوشت کے مطابق ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ بمطابق 1919ء ہے۔کونیس گاؤں میں 1968ء تک رہ کر پلے بڑھے۔ پھر حاجی عبدالصمد ولد محمد جان مرحوم کی تجویز اور رہنمائی میں غلوکھور غواڑی میں ابتدائی جائیداد بنائی، گھربار بنایا۔اس دوران کونیس سے غواڑی آتے جاتے رہے۔ پھر 1972ء میں مستقل طور پر یہاں رہائش اختیار کی۔

تحصیل علم دین کے لیے تگ ودو: ابتدائی تعلیم کے لیے مدرسہ منار الہدیٰ بلغار میں دو برس تک جید علماء سے خوشہ چینی کی۔ یہاں شیخ القرآن حافظ عبدالصمدؒ کی وفات کے بعد حافظ کریم بخشؒ اور مولانا بشیر کاشغیؒ مدرس تھے۔مدرسہ ہذا میں آپ کے رفقائے سفر میں غازی عبداللہ کونیسیؒ، مولانا فاروق بن عبدالصمدؒ اور مولانا عبدالرشید عبدالملکؒ تھے۔

اس کے بعد مدرسہ نصرۃ الاسلام کیریس گئے۔ یہاں دو برس تک سید ابوالحسن مرحوم کے پاس پڑھا۔مولانا رضاء الحقؒ کے پاس سنن نسائی اور کافیہ وغیرہ پڑھا۔مولانا موسیٰ بن محمد علیؒ کے پاس ریگولر نہیں پڑھا۔البتہ غواڑی آتے جاتے رہتے تھے۔ اور مولاناؒ کے گھر سلام کے لیے ضرور نکلتے تھے۔ کریما، پندنامہ، میزان الصرف وغیرہ کے دروس میں بار بار شامل ہو کر استفادہ کیا۔موصوف مولانا محمد علی صاحب پر بڑے مہربان تھے۔

دیار ہند میں: بلتستان میں کچھ عرصہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد حسب دستور ہندوستان جا کر تفسیر وحدیث کا علم حاصل کرنے کا خیال آیا۔ان علماء سے بلتستانی علماء پڑھ کے آئے تھے۔ چنانچہ 1938ء میں براستہ سرینگر گوجرانوالہ پہنچے

۔ یہاں مولانا اسماعیل ذبیحؒ نے کہا کہ آپ مدرسہ غزنویہ سلفیہ امرتسر جائیں، جہاں بلتی طلباء کثیر تعداد میں زیر تعلیم ہیں۔ چنانچہ لاہور پہنچے۔ یہاں مدرسہ نعمانیہ میں چند مہینے ٹھہرنے کے بعد عازم امرتسر ہوئے۔ مدرسہ امرتسر میں آٹھ برس تک حصول علم کے بعد شیخ الحدیث ابواسحاق نیک محمدؒ سے صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطأ مالک، تفسیر بیضاوی، اصول حدیث اور مولانا محمد حسین امرتسریؒ سے مشکوٰۃ، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، تفسیر جلالین، فقہ حنفی، نحو وصرف اور شیخ ابوالحسنات عبداللہ بھوجیانیؒ سے معانی وادب، منطق وعلوم آلیہ، تاریخ وغیرہ پڑھ کر 1945ء کو سند اجازت وفراغت حاصل کی۔

روزنامہ انقلاب لاہور 14 اگست 1945ء میں نامہ نگار عبدالحئی بنگالی سیکرٹری انجمن طلبہ کی رپورٹ میں کہا گیا کہ ۲۳ جولائی ۱۹۴۵ء کو مدرسہ غزنویہ میں ختم صحیح بخاری پر عالیشان تقریب منائی گئی۔ اس میں خصوصی طور پر شیخ الحدیث نیک محمدؒ، مولانا محمد اسماعیل غزنویؒ وغیرہ علماء موجود تھے۔ اس موقع پر جن طلباء کو دستار فضیلت وسند اجازت عطا کی گئی، ان میں سے مولوی ابوعبداللہ محمد علی تبتی کوئیسی، مولوی صوفی محمد شریف فیروز پوریؒ، مولوی محمد صالح جالندھریؒ، مولوی عبدالحق لکھنویؒ، عبدالحلیم ہزارویؒ اور محمد صدیق حسن حاذق الاطباء فیروز پوریؒ قابل ذکر ہیں۔ آپ کے تینوں مندرجہ بالا شیوخ سید عبدالجبار غزنویؒ صاحب تلمیذ نذیر حسین دہلویؒ کے شاگرد ہیں۔

مرحوم کے دیگر شیوخ میں مولانا یحییٰ جرار بھوٹانیؒ، عبداللہ محمد حسین ہزارویؒ، وغیرہ شامل ہیں۔ مولانا یونس قریشیؒ کے پاس ریگولر نہیں پڑھا۔ وہ مدرسہ غزنویہ کے قریب مسجد قدس میں پڑھاتے تھے۔ جہاں مولوی عبدالسلام النور سلمانی گینتھاویؒ زیر تعلیم تھے۔ مولوی یونسؒ اس وقت جوان رعنا تھے۔ سماعت کے لیے جاتے تھے۔ وہ بلتی طلباء پر خصوصی مہربان تھے۔ ۱۹۴۶ء میں آپ نے مولوی فاضل کا امتحان مدرسہ غزنویہ میں پاس کیا۔

ہندوستان سے مراجعت: ۱۹۴۷ء میں آپ نے ہندوستان سے بلتستان مراجعت کی۔ غواڑی میں اس وقت مولوی حسن اثریؒ اور مولانا ثناء اللہ سالکؒ کریما اور پند نامہ پڑھ رہے تھے۔

مولانا فضل کریم عاصم بانی ''جمعیت اہلحدیث برمنگھم'' نے ۱۹۹۷ء میں اپنے سیاحتی دورے پر دارالعلوم غواڑی میں نصف مہینہ قیام فرمایا۔ اس دوران آپ نے بلتستان کے طول وعرض میں واقع اہلحدیث مراکز کا دورہ فرمایا۔ بعد میں اپنی تصنیف ''تحریک اہلحدیث کے عالمی مراکز کا مطالعاتی سفر'' میں مولانا ممدوح وغیرہ بلتی طلباء کو ان الفاظ میں یاد کیا: ''مدرسہ قدس میں چار بلتی طلباء میرے ہم سبق تھے: محمد جان براہوی، محمد علی کوئیسی، غلام اللہ تلسی اور محمد حسین۔'' آگے لکھا: ''

مولانا محمد علی کونیسی سے بھی ملاقات ہوئی۔آپ کی عمر ۸۲ کے قریب ہے۔آپ میرے ہم عصر طالب علم تھے، جو مدرسہ غزنویہ میں پڑھتے اور مولانا نیک محمد کے شاگرد تھے۔'' راقم کے ایک سوال کے جواب میں آپ نے کہا: فضل کریم ہمارے ہم عصر بزرگ ساتھی ہیں۔انہوں نے بلتستان کے آفیسران سے کہا کہ علمائے حق کا خیال رکھیں۔فضل کریم امرتسر میں ہمیں خوب نصیحت کرتا تھا۔

مولانا محمد جان براہویؒ کے متعلق کہا: وہ مجھ سے ۱۵ برس پہلے ہندوستان گیا۔علم حدیث میں ماہر تھے۔

رشتہ ازدواج: ہندوستان سے واپسی کے بعد رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے۔اگلے سال پہلا بیٹا عبداللہ پیدا ہوا۔

آپؒ کے ساتھی علماء: آپ کے ساتھیوں میں غلام اللہ تلس مرحوم والدِ مولوی محمد ابراہیم شفقلی ٹیاکشی والے حنفی جماعت کے امیر و راہنما ہیں۔سید جمال الدین کیریسیؒ، مولوی عبدالرحیمؒ برادر صوفی عبداللہ کونیسیؒ المعروف بسیبو یہ وغیرہ ہیں۔

پاک فوج میں بھرتی اور آپ کی تگ وتاز: ۱۹۴۸ء میں آپ ۱۳ انمبر پر پاک فوج میں بھرتی ہوئے۔یہاں آپ نے اپنی قابلیت کا جوہر دکھایا۔تحریک آزادی بلتستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔آپ نے کہا کہ ایک دفعہ منشی پا حاجی رستم ہنگر کے دو آدمی اور بندہ قلعہ کھرپوچو میں تھے کہ بھارت کے کئی جہاز آ کر گولے برسانا شروع کیے۔ایک بم جامع مسجد کشو باغ کے تالاب میں گرا تو وہاں ۱۸ سال تک گھاس نہ اُگی۔دوسرا جہاز واپس چلا گیا۔تیسرے جہاز نے پرچیاں پھینکیں کہ ہم پاکستانی ہیں۔مگر ساتھی کاچو حسن خان نے ہندی الفاظ تحریر شدہ دیکھ کر نعرہ تکبیر کہتے ہوئے حملہ کیا۔جہاز ٹوٹ گیا اور لوگ زخمی ہو گئے۔

صدر ایوب کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا: ہم نے بونجی، گلگت، سکردو وغیرہ سے ڈوگرہ فوج کو نکال دیا۔کرگل میں فائر کرتے کرتے ''گن'' سیدھی ہوگئی۔کہتے ہیں: میجر تیمور نے ہمیں رضا کار مجاہدین لینے کے لیے چلو، چھور بٹ وغیرہ بھیجا۔ ایوب خان جب بلتستان میں فوجی افسر تھا، تو ان کے ساتھ رہا۔بارہا سرینگر بھی گیا ہوں۔فوج میں بندہ لوگوں کا علاج کرتا تھا۔ حاجی روزیؒ ۱۹۴۸ء میں گلگت وغیرہ میں میرا فوجی ساتھی رہا۔صوبیدار غلام نبی اور صوبیدار عبدالحمیدؒ میرے خاص ساتھی تھے۔

۱۹۷۳ء میں پاک فوج سے صوبیدار میجر کے رینک پر ریٹائرڈ ہوا۔اس وقت مشاہرہ ۵۰۰ تھا۔اثنائے کلام آپ اردو، فارسی کے اشعار جستہ جستہ سناتے تھے۔فوج میں خدمات اور تمغہ جات کا ذکر کرتے ہوئے بار بار فرماتے تھے:

کس قدر کر لیں ادا تیرا شکر، اے ذاتِ پاک　　ابرِ رحمت کی گھٹا ہم پر اتار اے ذاتِ پاک

فوجی اعزازات و تمغے: جناب مولانا فوج کے شعبے میں محض ایک سپاہی یا ملازم نہ تھے؛ بلکہ آپ ایک متحرک ،خود اعتماد، باصلاحیت، باکردار سپوت تھے۔ آپ سے اعلیٰ فوجی آفیسران خوش رہتے تھے۔ چنانچہ آپ کی اعلیٰ کارکردگی پر درج ذیل فوجی تمغے ملے :تمغہ جنگ، تمغہ ستارہ حرب، تمغہ دفاع کشمیر، تمغہ خدمت پاکستان، کمیشن سند۔ آپ کی خدمات وکارکردگی پر مجاہد کالونی سکردو میں زمین الاٹ کیا گیا۔ T-K-T میں ۱۱۲ کنال زمین عطا ہوئی۔

علاقائی و دینی خدمات: مولانا ابوعبداللہ مرحوم کی زندگی خدمتِ خلق میں گزری۔ ایک ریفارمر کے طور پر تیار رہتے۔ جہاں رہے، اخلاق حسنہ کی وجہ سے ہر دلعزیز اور محترم رہے۔ کورو نوربخشی خانقاہ کی تعمیر کے وقت نوربخشیہ شیعہ جھگڑے میں فوجی کرنل کی طرف سے آپؒ، جبکہ اے سی صاحب کی طرف سے عبداللہ خان شگری فریقین میں صلح وصفائی کے لیے منتخب کیے گئے۔ کامیاب مصالحت پر ایک رائفل ملی، جس کے لیے مہینے میں ۲۰ راؤنڈ ملتے تھے۔ اس طرح فساد خانقاہ شگر، جامع مسجد سکردو وغیرہ میں بھی اپنا کردار ادا کیا۔ ۱۹۹۸ء میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔

کوئی نہیں قابل عمل آپ کے خوشنود کی　　ہم تو امید وار ہیں تیرے عطاء و جود کی

خدمت انسانیت: اپنی کتابیں دار العلوم کے لیے وقف کر دیں۔ اور جہاں کہیں سے کتابیں ملیں دار العلوم کی لائبریری کو دیں۔ جس جگہ جاتے، وہاں کی خوشی اور دکھ درد میں شریک ہوتے۔ جہاں کہیں تکلیف کی خبر سنتے فوراً پہنچ جاتے۔

أينما ذكر اسم الله في بلد　　عددت ارجاءه من رب اوطاني

دعوت و تبلیغ: آپ انجمن اسلامیہ بلتستان کے سالانہ تبلیغی کانفرنسوں میں تقریر کرتے۔ زیادہ تر ''جہاد فی سبیل اللہ کی رکنیت'' اور مداہنت مائل ''رواداری'' کا تذکرہ موضوع سخن ہوتا تھا۔ نصوص شرعیہ بالمعنی خوب بیان کیا کرتے تھے۔

خدوخال: آپ خوبصورت شکل، سیمابی شخصیت، جسمانی وضع قطع سے بظاہر بارعب، لمبا قد وقامت، سیاہ گھنی داڑھی، کتابی چہرہ، ستواں ناک، گندمی رنگ، شرعی سفید پگڑی ہمیشہ سر پر مزین، آنکھیں قدرے سیاہ و نیلی، چمکدار دانت، سیاہ اچکن پہنے، چھریرے بدن والے تھے۔ ہاتھ میں ہمیشہ عصا اور پیٹھ پہ ہر وقت بیگ رکھتے۔ آپ کو ہمیشہ پیدل دیکھا جاتا۔ عمر میں سبقت، عالمانہ حلیہ اور فوجی اعزازات کے باوجود ''سلام'' کرنے میں کوئی آپ پر سبقت نہیں لے جاسکا۔ بلند آواز میں ہر عمر کے لوگوں کو سلام کرنے میں بلتستان بھر میں آپ ضرب المثل تھے۔ کونیس، بلغار، غواڑی و دیگر